16 ۔ فاطمہ بنت عبداللہ

علامہ محمد اقبالؒ

بند نمبر 1:

فاطمہ تو آبروئے اُمتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

مفہوم:

فاطمہ! تو نے جانثاری سے امتِ مرحوم کی آبرو رکھ لی ہے۔ تیرا مٹھی بھر مٹی کا پیکر اور قبر کا ذرہ ذرہ معصوم ہے۔

تشریح:

علامہ اقبال ہمارے قومی و ملی شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے برصغیر کے خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کیا۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں انہوں نے کمسن فاطمہ کے جذبہ حریت کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔اور مسلمانوں کو اس جذبے کو مشعلِ راہ بنانے کی ترغیب دی ہے۔

زیرِ تشریح شعر میں علامہ اقبالؒ فاطمہ بنت عبداللہ کو ملت اسلامیہ کی حرمت و آبرو اور معصوم قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ فاطمہ ملت مرحوم کی آبرو ہے۔ وہ ملت جو اپنی درخشندہ روایات اور عظمت و رفعت کو بھول چکی ہے، فاطمہ نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے سے جذبے کا مظاہرہ کر کے اس کی آبرو رکھ لی ہے۔ فاطمہ جیسے افراد سے ہی یہ قوم بام عروج تک پہنچی تھی اور اب بھی اس زوال پذیر امت کی آبرو رکھنے کا کام فاطمہ نے کیا ہے۔ اس نے کم سن ہو کر عظیم جذبے کا مظاہرہ کیا وہ معصوم پیکر اور مجسمہ حریت تھی۔ جس مشت خاک سے اس کی تخلیق ہوئی تھی اس کا ذرہ ذرہ معصوم تھا۔ وہ دس سال کی تھی جب اس نے اپنی جان ملت پر نثار کر دی۔ اس کی قربانی لائق تحسین ہے۔

1911 میں اٹلی کی فوجوں نے بحیرہ روم عبور کر کے لیبیا پر حملہ کر دیا۔ مقامی قبائل نے اپنی آزادی کے لیے قابض فوجوں کے خلاف جہاد شروع کیا طرابلس میں ان قابض فوجوں کے خلاف ایک عرب سردار عبداللہ بھی مصروف جہاد تھا جسے ترکوں کی حمایت بھی حاصل تھی۔ عبداللہ کی 10 سالہ کم سن بیٹی فاطمہ میدان جہاد میں مصروف عمل مجاہدین کی بندوقیں صاف کرتی تھی۔ فاطمہ نے بھی میدان کارزار میں جانے کی شدید خواہش ظاہر کی۔ فاطمہ کی ماں سارہ نے مخالفت کی۔ فاطمہ نے ضد کی تو اس کے باپ نے سارہ سے کہا کہ بیٹی کو اس نیک کام سے نہ روکے۔ فاطمہ میدان جہاد میں غازیوں کو پانی پلانے کا فرض سرانجام دیتے ہوئے شہید ہو گئی۔

علامہ اقبالؒ نے اسی کمسن فاطمہ کی فقید المثال قربانی کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ درحقیقت اس دور میں امت مسلمہ زوال کا شکار ہو چکی تھی اور مسلمان بالخصوص برصغیر میں غلامی کا شکار تھے۔ وہ اپنے اسلاف کی عظمت و رفعت کو کھو چکے تھے اپنے آباؤ اجداد جیسے مسلمان نہیں رہے تھے۔ ملت اسلامیہ ملت مرحوم ہو چکی تھی۔ لیکن فاطمہ نے کم سن ہو کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے سے شوق شہادت اور جذبہ حریت کا مظاہرہ کیا۔ علامہ نے اسی لیے فاطمہ کو ملت مرحوم کی آبرو قرار دیا ہے۔ یہ اس امت پر رحم ہے کہ اس امت میں فاطمہ جیسے افراد بھی باقی ہیں۔ وہ معصومیت کا پیکر تھی، کم سن تھی اس کا جذبہ جہاد مثالی تھا۔ اس کا جذبہ تھا کہ اٹلی کی فوجوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ہمارے ملک اور ہماری قوم پر حملہ آور ہو میں

قابض افواج کو یہاں سے نکال کر دم لوں گی۔ چنانچہ اسی کام کے دوران وہ شہید ہو گئی۔ اس نے چھوٹی عمر میں بڑا کام کیا۔ مسلمانوں کے جذبے اس سے مہمیز ہوں گے اور مسلمان اپنی نشاۃ ثانیہ کے لئے میدان عمل میں رہ نوردِ شوق ہوں گے۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

بند نمبر 2:

یہ سعادت حورِ صحرائی تیری قسمت میں تھی
غازیانِ دین کی سقائی تیری قسمت میں تھی

مفہوم:

صحرا کی حسین بچی یہ تیری خوش قسمتی تھی کہ تم اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہو جاؤ۔

تشریح:

قومی و ملی شاعری علامہ اقبالؔ نے اپنی شاعری سے برصغیر کے خواب غفلت کا شکار مسلمانوں کو بیدار کرنے کا کام لیا۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں انہوں نے کم سن فاطمہ کی عظیم قربانی کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور اس قربانی کو دیکھتے ہوئے نئے زمانے، مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی نوید دی ہے۔

زیرِ تشریح شعر میں علامہ اقبالؔ فاطمہ بنت عبداللہ کی غازیان دین کو پانی پلانے کی عظیم سعادت کو خوش قسمتی قرار دیتے ہیں اور فاطمہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت عبداللہ نے کم سنی کے باوجود عظیم ترین جذبے کا مظاہرہ کیا۔ گولہ و بارود کی گھن گرج میں بھی بہادری سے غازیانِ دین کو پانی پلانے کا فریضہ سر انجام دیتی رہی۔ فاطمہ ریگستان کی صالح ترین بچی تھی اس کے حصے میں یہ سعادت آئی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی سقائی کرے۔ یہ اس کی خوش بختی بھی تھی اور جذبہ ایمانی کی عظمت بھی۔ وہ حورِ صحرائی تھی۔

شہر میں بسنے والے کیا جانیں شہر تو بنجر ہوتے ہیں
صحراؤں میں رہنے والے لوگ سمندر ہوتے ہیں

فسطائیت کے پیروکار اطالویوں نے بحیرہ روم عبور کر کے 1911ء میں لیبیا کے شہر طرابلس (ٹریپولی) پر حملہ کر دیا اور قابض ہو گئے۔ مقامی مسلمان آبادی نے غیر ملکی تسلط کو قبول نہ کیا اور آزادی کے لیے جہاد شروع کر دیا۔ ان میں عرب سردار عبداللہ بھی لڑ رہا تھا جس کی مدد ترک کر رہے تھے۔ عبداللہ کی بیٹی دس برس کی تھی وہ میدان جنگ سے کچھ دور خیمے میں بندوقیں صاف کرتی تھی۔ فاطمہ نے اپنے والد عبداللہ اور ماں سارہ سے ضد کر کے میدان جہاد میں جانے کی اجازت لی۔ ترک سردار احمد نوری نے اسے پانی کا مشکیزہ لا دیا۔ وہ پانی بھرتی اور دن بھر غازیان دین

اور زخمیان جنگ کو پانی پلانے کا فرض ادا کرتی۔ جنگ کی تمام تر سختیوں میں وہ بہادری سے اپنا کام جاری رکھتی۔ اس نے اس جذبہ ایمانی کا مظاہرہ تب کیا جب ہر جگہ مسلمان بالخصوص برصغیر میں زوال پذیر تھے اس حالت میں ایک مسلمان بچی کا یہ غیر معمولی جذبہ تھا۔

علامہ اقبالؒ نے فاطمہ کے اسی فقید المثال جذبے کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اس کی خوش بختی پر ناز کیا ہے۔ اور ایسی بچی کے ایسے غیر معمولی عمل کو امت کی بیداری سے تعبیر کیا ہے کہ شرق سے غرب تک مسلمان جو اپنا رتبہ اور شان کھو چکے ہیں ابھی ان کی نسل نو میں فاطمہ بنت عبداللہ ایسی شمعیں موجود ہیں جو اس غلامی کی رات کو آزادی کی صبح میں تبدیل کریں گی۔ یہ لوگ اپنی جان دے کر امت کی بقا کا باعث بنیں گے اور خود بھی امر ہو جائیں گے۔

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے

جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

بند نمبر 3

یہ جہاد اللہ کے راستے میں بے تیغ و سپر

ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

مفہوم:

بغیر تلوار اور ڈھال کے اللہ کے راستے میں جہاد اور تیرا شوق شہادت کس قدر جسارت آفریں ہے۔

تشریح:

مشہور فلسفی شاعری علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری سے ملت اسلامیہ کے خواب غفلت کے شکار جسم میں نئی روح پھونکی۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں انہوں نے طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہونے والی کم سن فاطمہ پر تحسین کے پھول نچھاور کیے ہیں۔

زیر تشریح شعر میں ملی شاعر علامہ اقبالؒ فاطمہ بنت عبداللہ کے شوقِ شہادت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فاطمہ نے اللہ کی راہ میں بغیر تلوار اور ڈھال کے جہاد کیا۔ وہ اللہ کے راستے میں شہید ہونے کے جذبے کے تحت میدان جہاد میں اتری۔ اس کا شوق شہادت کس قدر جسارت آفریں تھا۔ عظمت رفتہ کو کھو دینے والے کمزور مسلمانوں میں فاطمہ نے کمسنی کے باوجود قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے سے جذبے کا مظاہرہ کیا۔ وہ غیر ملکی جبر و استبداد کے خلاف لیبیائی مسلمانوں کی آزادی کے لئے کٹ مرنے کے لیے میدان کارزار میں اتری تھی۔ چھوٹی عمر میں اس نے بڑے عظیم جذبے کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کا یہ جذبہ بہت لائق تحسین ہے۔

ٹوٹی پھوٹی تلواروں میں کیا بجلی تھی کیا شعلہ تھا

جہاں "فاطمہ بنت عبداللہ" نے اللہ اکبر بولا تھا

مسولینی کے اٹلی نے اپنی عسکری طاقت کے بل بوتے پر بحیرہ روم عبور کر کے لیبیائی طرابلس پر حملہ کر دیا۔ 1911ء کے کمزور مسلمانوں نے اپنی مدد آپ کے تحت غیر ملکی فوجوں کے خلاف جہاد شروع کیا۔ ان مجاہدین میں ایک عرب سردار عبداللہ بھی تھا۔ عبداللہ کی بیٹی فاطمہ جو دس برس کی تھی جنگ کے میدان سے کچھ دور بندوقیں صاف کرتی تھی۔ اس نے ضد کر کے اپنے والد عبداللہ اور ماں سارہ سے میدان جہاد میں جانے کی اجازت لی اور منہ بولے چچا، ترک سردار احمد نوری سے مشکیزہ لیا اور پانی سے بھر بھر کے غازیان اسلام اور زخمیان جنگ کی پیاس

بجھانے لگی۔ جنگ اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ جاری تھی لیکن یہ کم سن بچی گھبرائی نہیں۔ سقائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے وہ راہِ حق میں شہید ہو کے اَمر ہو گئی۔

ملی شاعر علامہ اقبال نے اس کمسن مجاہدہ کے جذبہ شہادت کی توصیف بیان کی ہے۔ فاطمہ کمسن ہو کر ضد کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے گئی۔ نہ تلوار، نہ ڈھال، بغیر اسلحے کے وہ میدانِ جنگ میں غازیان دین کی مدد کے لیے گئی اور ان کی پیاس بجھانے کا فرض نبھاتی رہی۔ وہ ملی آزادی کے لیے کٹ مرنے کو تیار تھی۔ اس کا شوقِ شہادت لائق تحسین وافتخار تھا۔ اس عمر میں بچے کھیلنے کا شوق رکھتے ہیں۔ فاطمہ جان پر کھیل گئی۔ اس عہد میں مسلمان دنیاپرست بن چکے تھے۔ فاطمہ نے اخروی ثمرات سمیٹے۔

وہ ریگستانوں کی سرزمین کو لہو سے سیراب کرگئی
شہید ہو کے نکھر گئی بشکلِ خوشبو بکھر گئی

بند نمبر 4

یہ کلی بھی اس گلستان خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

مفہوم:

امت مسلمہ کے خزاں رسیدہ گلشن میں ایسی کلی ابھی موجود تھی۔ امت مسلمہ جو راکھ کا ڈھیر بن چکی ہے اس میں ایسی چنگاری موجود تھی۔

تشریح:

ملی شاعر علامہ اقبالؔ نے اپنی انقلابی شاعری سے برصغیر کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا کام لیا۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں اقبال نے طرابلس کی جنگ میں غازیانِ دین کو پانی پلانے والی کمسن مجاہدہ فاطمہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

زیر تشریح شعر میں اقبالؔ نے فاطمہ بنت عبداللہ کو خزاں رسیدہ گلستان میں تازہ کلی اور خاکستر میں چنگاری سے تعبیر کیا ہے۔ جب ملت سے شوق شہادت مفقود ہو چکا تھا۔ جب ملت عظمت رفتہ کھو چکی تھی اور رتبہ وشان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ جب قوم میں نہ روح بلالی (رضی اللہ) تھی اور نہ جذبہ شبیری (رضی اللہ) تھا۔ خاور سے باختر تک مسلمان پستی کا شکار تھے سوائے خلافت ترکیہ کے۔ برصغیر کے مسلمان بالخصوص غلامی کا شکار ہو چکے تھے۔ گویا مسلمانوں کا گلستان خزاں رسیدہ ہو چکا تھا اور فقید المثال جذبہ جہاد خاک ہو چکا تھا۔ ایسے میں فاطمہ بنت عبداللہ نے قرون اولی کے مسلمانوں کے سے جذبہ حریت اور شوق شہادت کا مظاہرہ کیا۔ گویا اس خزاں رسیدہ قومی چمن میں ایک تازہ کلی باقی تھی۔ ایسے وقت میں جب مسلمان راکھ کا ڈھیر بن چکے تھے۔ ایسے میں اس راکھ میں ایک چنگاری موجود تھی جس سے عظمتِ رفتہ حاصل کرنے کے جذبے کی آگ جلے گی اور اس ملت کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنے گی۔

فسطائیت پرست اطالوی فوجوں نے 1911ء میں بحیرہ روم عبور کر کے لیبیائی مسلمانوں کو محکوم بنانے کے لیے طرابلس (ٹریپولی) میں فوج کشی کی۔ مقامی مسلمانوں نے جہاد شروع کیا۔ مجاہدین میں سے ایک عرب سردار عبداللہ کی بیٹی فاطمہ نے ماں باپ سے ضد کر کے میدان جنگ میں جانے کی اجازت لی۔ اس وقت اس کی عمر دس برس تھی وہ طرابلس میں غازیان اسلام کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہو گئی۔ وہ کمسن تھی لیکن عظیم جذبہ جہاد سے سرشار تھی۔

علامہ اقبالؔ نے فاطمہ کی اسی قربانی کی تحسین کی ہے اور نئے زمانے کی نوید قرار دیا ہے۔ ملت کے گلشن میں پت جھڑ عروج پر تھا لیکن فاطمہ نے غنچہ و کلی بن کر نویدِ بہار دی۔ اقبال پُر امید ہیں کہ ابھی نسل نو میں ایسے افراد خواہ کم سن ہی سہی لیکن موجود ہیں جو اس کے تحفظ اور دوبارہ عروج کا باعث بنیں گے۔

فاطمہ تو آبروئے امتِ مرحوم ہے

ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

بند نمبر 5

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں

بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

مفہوم:

امت مسلمہ کے ریگستان میں ابھی بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں امت کا بادل جو آدھی دنیا پر برس چکا اس میں ایسی بجلیاں سوئی ہوئی ہیں جو اسے دوبارہ برسائیں گی۔

تشریح:

حال و فراد کے نقیب شاعر علامہ اقبالؔ ہماری ملی شاعر ہیں۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں انہوں نے طرابلس کی جنگ میں غازیان راہِ خدا کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہونے والی فاطمہ کی فقید المثال قربانی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

زیر تشریح شعر میں اقبالؔ نے فاطمہ بنتِ عبداللہ کی قربانی کو دیکھتے ہوئے ایسے مزید خوابیدہ اور پوشیدہ مجاہدین کی نوید دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ قومی چمن بے آب و گیاہ صحرا میں بدل چکا ہے لیکن اس میں بہت سے ہرن بھی چھپے ہوئے ہیں اگرچہ قومی بادل برس برس کر مزید برسنے کی طاقت سے عاری دکھائی دیتا ہے لیکن اس برسے ہوئے بادل میں بہت سی بجلیاں چھپی ہوئی ہیں جو اس بادل کو پھر موسلادھار بارش برسانے کی طاقت عطا کر سکتی ہیں۔ علامتی انداز میں اقبالؔ نے اشارہ دیا ہے کہ جس طرح فاطمہ نے کم سنی کے باوجود عظیم جذبہ جہاد کا مظاہرہ کیا اس سے صاف عیاں ہے کہ ایسے کئی اور مجاہدین ملت ابھی پس پردہ موجود ہیں جو اس زوال رسیدہ امت کے اقبال کا باعث بنیں گے۔ فسطائی اطالوی فوجوں نے بحیرہ روم عبور کر کے لیبیائی طرابلس پر حملہ کر دیا۔ مقامی قبائل نے جہاد منظّم کیا۔ ان مجاہدین میں عرب سردار عبداللہ بھی تھے جن کی دس سال کی بیٹی فاطمہ نے ماں باپ سے ضد کر کے میدان جہاد میں جانے کی اجازت لے لی۔ وہ چمڑے کے مشکیزے میں پانی بھر بھر کے میدان جہاد میں مصروفِ عمل غازیان دین کی پیاس بجھاتی تھی۔ اسی فرض کی ادائیگی کے دوران وہ شہید ہوئی۔ اس کی کم سنی کے عظیم عمل اور شوق شہادت کو دیکھتے ہوئے اقبالؔ پُر امید ہیں کہ ایسے پُر عزم مجاہدین اس امت میں پس پردہ موجود ہیں جو کہ ابھی سامنے نہیں آئے۔ اگرچہ اس قوم میں قحطِ انسان ہے لیکن ابھی اس ریت میں ریزہ زر موجود ہیں ان سنگریزوں میں کچھ گوہر چھپے ہوئے ہیں۔ پورے قومی افق پر خزاں چھائی ہوئی ہے لیکن چند کلیاں ابھی موجود ہیں جو اس خزاں کو بہار میں بدل سکتی ہیں۔ چند غنچے موجود ہیں جو چٹخ کر اس خزاں رسیدہ چمن کو رنگ و بُو سے بھر دیں گے۔ اس قوم میں ایسے مردانِ مجاہد ابھی ہیں جو اسے ماضی کی سی عظمت و رفعت عطا کریں گے۔

چھپے سنگریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ

ملے ریت میں ریزہ زر بھی ہیں کچھ

بند نمبر 6

فاطمہ گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمہ عشرت بھی اپنے نالہ ماتم میں ہے

مفہوم:

اگرچہ میری آنکھیں فاطمہ کی کم سنی کی شہادت پر رو رہی ہیں لیکن میرے نوحوں میں خوشی کے گیت بھی ہیں۔

تشریح:

حکیم حیات علامہ اقبالؒ مشہور فلسفی شاعر اور امروز و فردا کے نقیب تھے۔ ان کی ملی شاعری نے برصغیر کے مسلمانوں کو ولولہ تازہ دیا۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں انہوں نے طرابلس کی جنگ میں غازیانِ دین کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہونے والی کمسن مجاہدہ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

زیر تشریح شعر میں علامہ اقبالؒ فاطمہ بنت عبداللہ کے لئے اشک بار بھی ہیں اور اس کی قربانی اور شوق شہادت پر مسرور بھی۔ وہ فاطمہ کے عمل عظیم میں کھوئے ہوئے اس سے غائبانہ طور پر مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ فاطمہ! اگرچہ میں تیری کم سنی کے وصال پر اشک بار ہوں غمزدہ ہوں اور آہ وزاری کر رہا ہوں لیکن میرے دل میں تیری عظیم قربانی، تیرے فقید المثال شوقِ شہادت کے باعث مسرت اور میری زبان پر نغمہ عشرت بھی ہے۔ مقام شکر ہے، باعث صد افتخار ہے کہ میری قوم میں ایسی بچی موجود تھی جس نے آبروئے قوم اور آزادی ملت کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کیا۔

پس منظر یوں ہے کہ اٹلی کے فسطائی حکمرانوں نے اپنی فوجوں کو بحیرہ روم عبور کر کے لیبیا پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ اطالوی فوجوں نے طرابلس پر قبضہ کر لیا۔ مقامی مسلمانوں نے جہاد برپا کیا۔ ان مجاہدین میں عرب سردار عبداللہ بھی تھے۔ عبداللہ کی کمسن دس سال کی بیٹی فاطمہ نے ماں باپ سے ضد کر کے میدان جہاد میں جانے کی اجازت لے لی۔ وہ غازیانِ دین کو پانی پلانے کا فرض سرانجام دیتے ہوئے شہید ہوئی۔

علامہ اقبال نے فاطمہ کی اسی قربانی کی تحسین کی ہے۔ علامہ ایک طرف اس کی نو عمر کی موت پر نوحہ کناں ہیں اور دوسری طرف شادماں کہ امت میں ابھی ایسے شوقِ شہادت سے سرشار افراد باقی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فاطمہ نے 10 سال کی عمر میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ عمر تو کھیلنے کی ہے اس عمر میں تو قوم اپنے بچوں کا سایہ عاطفت ہوتی ہے لیکن فاطمہ جیسی بچی میدان جہاد میں شہید ہو گئی۔ یہ المیہ ہے اور اقبالؒ اس پر اشکبار ہیں لیکن دوسری طرف ایسے وقت میں جب ملت پر کڑا اور برا وقت ہے۔ مسلمان اپنے اسلاف کے خصائص سے محروم ہو چکے ہیں۔ فاطمہ نے اسلاف جیسے شوق شہادت اور جذبہ حریت کا عملی مظاہرہ کر کے قوم کی آزادی کے لیے اپنی جان قربان کر دی۔ اس پر اقبالؒ مسرور شادمان ہیں کہ قوم میں ایسی بچی موجود تھی جس کی قربانی پوری ملت کو غیرت وحمیت کا احساس دلائے گی۔

بند نمبر 7

رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

مفہوم:

تیری خاک کا رقص خوشی دے رہا ہے اور اس کا ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے۔

تشریح:

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ اقبالؔ قومی و ملی شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے برصغیر کے خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کرنے کا کام لیا۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں انہوں نے طرابلس کی جنگ میں غازیانِ اسلام کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہونے والی فاطمہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

زیرِ تشریح شعر میں علامہ اقبالؔ فاطمہ بنت عبداللہ کی عظیم قربانی، جذبہ ایمانی اور شوقِ شہادت کی تحسین بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فاطمہ نے کم سنی میں ملت کے لئے جان قربان کرکے اسلاف کے سے خصائل کا حامل ہونے کا مظاہرہ کیا۔ صغر سنی میں وہ راہِ خدا میں اپنی زندگی قربان کرکے منّوں مٹی کے نیچے دفن ہوگئی۔ صحرائی ہواؤں سے جب اس کی قبر کی مٹی اڑتی ہے تو قومی درد رکھنے والے لوگوں کی خوشی دوچند ہو جاتی ہے۔ انہیں اس کا عظیم کارنامہ اور فقید المثال جوشِ شہادت یاد آنے لگتا ہے اور اپنی قوم کی اس مایہ ناز سپوت پر فخر محسوس ہوتا ہے۔ اگرچہ قوم زوال رسیدہ ہے لیکن اسی قوم میں اسلاف کی خوبیوں کی حامل فاطمہ بھی تھی جس نے دس برس کی عمر میں اللہ کی راہ میں جاں نثار کی۔ قبر کی اڑتی، رقص کرتی ہوئی خاک خوشی بڑھا دیتی ہے کہ یہ اس کم عمر کی قبر ہے جو ملت کی آزادی و حریت کے لیے راہِ خدا میں جان قربان کرگئی۔ اسی خاک کا ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے بھرا ہوا ہے۔ وہ کھیلنے کی عمر میں جہاد کرتی ہوئی شہید ہوگئی۔ قبر کی خاک کا ہر ذرہ اس کی زندگی کے بارے گداز پیدا کرتا ہے۔ تو دوسری طرف اس کی زندگی قومی سوز سے بھی لبریز تھی کہ اپنی زندگی کی پرواہ کیے بغیر قوم کو زندگی دینے کے لیے شہید ہوئی۔ اسی لئے تو شہید زندہ ہوتے ہیں۔

"اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کا شعور نہیں رکھتے"۔ (القرآن)

بند نمبر 8:

ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

مفہوم:

فاطمہ کی خاموش قبر میں کوئی ہنگامہ برپا ہے۔ ایک قوم تازہ اس آغوش میں پل رہی ہے۔

تشریح:

حکیم الامت علامہ محمد اقبال ملی شاعر تھے۔ وہ امروز و فردا کے نقیب تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری سے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کا کام لیا۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں انہوں نے طرابلس کی جنگ میں غازیانِ دین کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہونے والی کمسن مجاہدہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

زیرِ تشریح شعر میں علامہ اقبال نے فاطمہ بنت عبداللہ کی قربانی کے پس منظر میں قوم کو نئے زمانے کی نوید دی ہے۔ دس سال کی بچی جس طرح شوقِ شہادت سے سرشار ہوکر میدانِ کارزار میں کود پڑی اور جان راہِ حق میں نثار کردی اس سے صاف عیاں ہے کہ اس کی خاموش قبر اور خاموش قربانی کے پس پردہ کوئی ہنگامہ پوشیدہ ہے اور اِک نئی قوم اسلاف کے سے جذبے سے تیار ہو رہی ہے۔ ایسے وقت جب قوم اسلاف کی خوبیوں سے محروم ہو چکی ہے۔ وہی قوم جو نیل سے کاشغر تک چھائی ہوئی تھی، اب زوال رسیدہ ہے۔ یہ امت برصغیر میں بالخصوص غلام ہے۔ اسی

ملت میں اپنے اسلاف کا سا جذبہ ایمانی، روحِ بلالی، ولولہ شبیری رکھنے والی کمسن مجاہدہ ملت کے لئے جان قربان کر دے، ایک غیر معمولی بات ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ قوم میں قحط انسان ضرور ہے لیکن ابھی ایسے افراد موجود ہیں جو آباؤاجداد جیسے خصائل کے حامل ہیں۔ اس دورِ زوال میں قومی بیداری، حرمت و آزادی کے لئے تن من دھن نثار کرنے والے موجود ہیں اگر یہی جذبہ نسل نو میں کارفرما ہے تو یقیناً ایسی قوم پل رہی ہے جو دوبارہ رتبہ اور شان حاصل کرے گی اور اپنے اسلاف کی طرح علم و فن میں یکتا ہو گی۔ شوقِ شہادت سے سرشار ہو گی اور فقید المثال حکمرانی کرنے والی ہو گی۔

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

1911ء میں فسطائی اطالویوں نے بحیرہ روم عبور کر کے لیبیائی طرابلس پر قبضہ کر لیا تو مقامی مسلمانوں نے اس غیر ملکی تسلط کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ ان مجاہدین میں ایک عرب سردار عبداللہ بھی تھے جن کی کمسن بیٹی فاطمہ نے ماں باپ سے ضد کر کے میدانِ جہاد میں جانے کی اجازت لی اور غازیانِ دین کی سقائی کرنے لگی۔ اسی بے تیغ و سپر جہاد میں وہ شہید ہو گئی۔

اقبال کہتے ہیں کہ اک کم سن دس سالہ مجاہدہ کے شوق شہادت اور جذبہ حریت کا یہ عالم ہے تو اک قوم تازہ کی نوید ہو۔ اک ہنگامہ اس پس منظر میں پوشیدہ ہے۔ یہ قوم خوابیدہ ضرور ہے لیکن جاگنا چاہتی ہے۔ اسلاف کے خصائل سے لبریز قوم منصہ شہود پہ آنے والی ہے۔

بند نمبر 9

تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدہ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

مفہوم:

امت مسلمہ کے آسمان کی فضا میں نئے ستارے ظہور پذیر ہو رہے ہیں جن کی موجِ نور سے ابھی انسانی آنکھ ناواقف ہے۔

تشریح:

ملی شاعر علامہ محمد اقبال امروز و فردا کے نقیب تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری سے خوابیدہ ملت کی بیداری کا کام لیا۔ نظم فاطمہ بنتِ عبداللہ میں انہوں نے طرابلس کی جنگ میں غازیانِ دیں کی سقائی کے دوران میں شہید ہونے والے کم سن مجاہدہ فاطمہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

زیرِ تشریح شعر میں اقبال نے فاطمہ بنت عبداللہ کی قربانی کے پس منظر میں افق قوم پر نئے درخشندہ افراد کے ظہور کی نوید دی ہے۔ دس سالہ کمسن مجاہدہ اگر اس شوق شہادت اور جذبہ ایمانی سے لبریز و سرشار ہے تو صاف ظاہر ہے کہ نسل نو سے نئے ستاروں کا ظہور ہو گا، نئے افراد زوال رسیدہ قوم کو ماضی کی سی عظمت دلانے کے لیے میدان عمل میں اتریں گے۔ قوم کے مجموعی منظر سے دلگیری اور نمدیدگی محسوس ہوتی ہے لیکن اس راکھ میں ایسی چنگاریاں پوشیدہ ہیں اور قومی فلک کے منظر نامے پر ایسے ستارے نمودار ہو رہے ہیں جن کی تابندگی کا انسانی آنکھ ادراک نہیں رکھتی۔

شرق و غرب میں مسلمان زوال رسیدہ تھے۔ اسی کمزوری کی بنا پر فسطائی اطالویوں نے بحیرہ روم عبور کر کے لیبیائی طرابلس پر فوج کشی کر دی۔ مقامی غیرت مند مسلمانوں نے غیر ملکی تسلط کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ ان مجاہدین میں سے ایک عرب سردار عبداللہ تھے جن کی کمسن دس سالہ بیٹی نے ماں باپ سے ضد کر کے اس جہاد میں شرکت کی اجازت لی۔ فاطمہ غازیانِ دین کو پانی پلانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے شہید

ہوگئی۔ دس سال کی عمر میں جس عظیم قربانی، فقید المثال شوقِ شہادت اور جذبہ ایمانی کا مظاہرہ فاطمہ نے کیا اس سے یہ بات عیاں ہے کہ اس قوم میں بالخصوص نسل نو میں ایسے پس پردہ افراد موجود ہیں۔ یہ قوم اگرچہ راکھ کا ڈھیر بن چکی لیکن اس میں ایسی چنگاریاں موجود ہیں جو شعلہ جوالہ کا روپ دھار سکتی ہیں۔ ریت کے اس انبار میں ریزہ زر ہیں اور ان سنگریزوں میں وہ گوہر ہیں جو قومی افق پر چھائے غلامی اور پستی کے منظر نامے کو بدل سکتے ہیں۔ نئی نسل میں اسلاف کا سا جذبہ ایمان، روح بلالی (رضی اللہ)، ولولہ شبیری موجود ہے۔ یہ نسل نیل سے تابخاک کا شغر اس قوم کو ماضی کا سا رتبہ اور شان عطا کرے گی۔ ایسے افراد چونکہ ابھی منصۂ شہود پر نہیں آئے اس لئے تمام افراد کو ان کا ادراک نہیں ہے لیکن فضائے آسمان پہ ان ستاروں کا ظہور جلد ہوگا اور قوم تازہ تشکیل پائے گی۔ علامہ اقبال کی پیش بینی درست ثابت ہوئی۔ وہ امت میں جو بیداری کی لہر دیکھ رہے تھے اس کا ہر ایک کو اندازہ نہیں تھا۔ شمالی افریقہ، برصغیر، مشرق بعید، بلقان کی ریاستیں، سب جگہوں پہ بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور یہاں کے مسلمان آزادی سے ہمکنار ہوئے۔

بند نمبر 10

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

مفہوم:

ان ستاروں کی چمک دمک میں پرانا انداز بھی ہے اور نیا بھی۔ ان ستاروں پر تیرے قسمت کے ستارے کا عکس بھی ہے۔

تشریح:

حکیم الامت، حکیمِ حیات ڈاکٹر علامہ محمد اقبال امروز و فردا کے نقیب تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے قوم کے نیم مردہ جسم میں نئی روح پھونکی۔ نظم فاطمہ بنت عبداللہ میں انہوں نے لیبیائی طرابلس کی جنگ میں غازیانِ اسلام کو پانی پلاتے ہوئے شہادت پانے والی فاطمہ بنت عبداللہ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

زیرِ تشریح شعر میں اقبالؔ نے فاطمہ بنت عبداللہ کی عظیم قربانی، شوق شہادت اور جذبہ ایمانی کے پس منظر میں ملی منظر نامے میں نئے دور کی نوید دی ہے۔ کم سن دس سالہ مجاہدہ نے جو فقید المثال قربانی دی اس سے صاف عیاں ہے کہ قومی افق پر نئے انجم کا ظہور ہو چکا۔ نسلِ نو میں ایسے صاحبانِ عمل نمو پا رہے ہیں جو اس غلام قوم کو پستی سے نکالیں گے لیکن عام افراد اس کا ادراک نہیں رکھتے۔ یہ نئے انجم پرانا انداز بھی رکھتے ہیں اور نیا بھی۔ یہ افرادِ قوم قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا سا جذبہ ایمانی اور شوق شہادت بھی رکھتے ہیں اور نئے دور کی تخلیق کی صلاحیت بھی۔ یہ اپنے اسلاف کے خصائص بھی رکھتے ہیں اور عصری تقاضوں سے نبرد آزمائی کی خوبیوں سے بھی مالا مال ہیں۔ ان میں وہی جذبہ شوق ہے جس سے فاطمہ بنت عبداللہ لبریز تھی۔

فسطائیت کے پرستار اطالویوں نے بحیرہ روم عبور کر کے لیبیائی طرابلس پر قبضہ کر لیا۔ مقامی غیرت مند مسلمانوں نے غیر ملکی تسلط کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ ان مجاہدین میں سے ایک عرب سردار عبداللہ کی دس سالہ کمسن بیٹی فاطمہ نے والدین سے ضد کر کے جہاد میں جانے کی اجازت لی۔ وہ میدان جنگ میں غازیان اسلام کو پانی پلانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے شہید ہو گئی۔

اقبالؔ نے فاطمہ کے اسی شوقِ شہادت اور جذبہ ایمانی سے یہ اخذ کیا ہے کہ ایک کمسن دس سالہ بچی میں یہ جذب و شوق ہے تو نسلِ نو میں بہت سے ایسے افراد پس پردہ ہیں جو اپنے آباؤ اجداد قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں جیسے خصائص کے حامل ہیں اور جدت بھی رکھتے ہیں۔ قومی افق کے یہ

نئے ستارے پرانی تابانی بھی رکھتے ہیں اور ان میں نئی درخشندگی بھی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان میں فاطمہ کی قسمت کے ستارے کا عکس ہے۔ جوں جوں یہ افراد قومی منظر نامے پر ظہور پذیر ہوں گے۔ ملی نشاۃ ثانیہ شرق و غرب میں روبہ عمل ہوتی جائے گی۔ اقبالؔ کی یہ پیش بینی درست ثابت ہوئی۔ کے مسلمانوں نے لاالٰہ کے نام پر ایک آزاد ملک بنایا۔ شمالی افریقہ کے تمام ممالک نے غیر ملکی تسلط سے آزادی حاصل کی حتیٰ کہ یہ منظر نامے مشرق بعید سے بوسنیا اور کوسووتک دکھائی دیے۔

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے